شخصیت انسانی پر شہادتین کے قرآنی اثرات

اسماء عبد السلام[*]

ڈاکٹر عنبرین صلاح الدین[**]

ABSTRACT

Allah Almighty sent mankind in this world for His worship only. This is high right on humans those who keep the faith and belief in the one Supreme God and obey His orders. When they followed satanic powers, they forgot the eternal lesson of Tawheed (Oneness of Allah) and engaged Shirk (polytheism). It is the dogma of Oneness of Allah with which mankind gets tranquility and peacefulness in society and becomes constructive and valuable for humanity. And when human left his belief on Allah, they germinate their negative role and made the society despicable. In this scenario Allah Almighty sends His prophets to those nations which create mess and fill the society with clutter. At that time prophets play their role as a bounty of Allah on human race. They purify people by their teachings granted by Allah and focus their attention to the eternal massage of God. So Eman (faith) on prophet hood considered as essential as belief on Oneness of Allah. Both these beliefs; Tawheed and Risallah effect human life prominently in such a way that man redevelops his whole personality and becomes a required sound character of Eman.Then worldly contamination cannot harm human being's decency and he becomes a felicitous character of vigorous society .

Keywords: توحید، رسالت، تزکیہ نفس، تعمیر شخصیت، فطری دائرہ کار

---

[*] پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک تھاٹس اینڈ سویلائزیشن، UMT، لاہور

[**] اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف سوشیالوجی، UMTلاہور

تعمیر شخصیت کا قرآن کیساتھ گہرا تعلق ہے قرآن کا موضوع چونکہ انسان ہے اور انسان کے تین اجزاء جسم، روح اور اوصاف پر بحث کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا نزول قرآن کا مقصد ہی حضرت انسان کی اصلاح ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انسان کی اصلاح اور اس کے کردار کی تعمیر کے لیے ہر وہ اسلوب اختیار کیا جو انسان کی طبیعت اور مزاج کو قبول کرتا ہے۔ انسانی جسم اور روح پر قرآن بحث کرتا ہے اور اس کی تخلیق وانجام تک کی بات کرتا ہے۔ قرآن کا انسان سے دنیا میں مقصود ومطلوب یہی ہے کہ وہ اللہ کی بندگی میں آجائے اور اپنے نفس کی اصلاح کر کے معاشرے کا مفید ترین انسان بن جائے تاکہ دیگر افراد اس کے ہاتھ اور زبان سے محفوظ رہیں یہی وجہ ہے کہ کلام الٰہی پورے کا پورا مختلف اسلوب کے ساتھ انسانی تربیت کا مجموعہ ہے۔

انسانی نفس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف ذرائع سے تعلیم وتربیت کا اسلوب اختیار کیا جو کہ انسانی ذہنوں کے قریب تر تھا اور وہ وسائل قائم کیے جن سے سر مو انحراف نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور آسمانی صحائف کے ذریعے حضرت انسان کو اس کے نفس کی اصلاح کی خاطر مبعوث اور نازل فرمایا۔ قرآن کریم آسمانی صحائف کی آخری کڑی ہے جو قیامت تک کے لیے ضابطہ حیات کی حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں انسانی نفس کو موضوع بنا کر انسان کے ان تمام محاسن وعادات کو بھی بیان کر دیا ہے جن سے انسانی شخصیت اور کردار کی تعمیر ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اصلاح نفس کے لیے کلام الٰہی میں وہ تمام اسلوب اپنائے جو انسانوں کے قلوب کو متاثر کرتے ہیں اور ان میں شہادتین یعنی توحید ورسالت کے ذریعے تعمیر شخصیت کا اسلوب مقصد الٰہی اور مقصد تخلیق کائنات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں توحید ورسالت سے متعلقہ احکام بیان کر کے ان کے ذریعے کردار سازی کی ہے۔

توحید کا انسانی تعمیر شخصیت میں کردار

اگر قرآن میں توحید کی آیات پر غور کیا جائے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید بیان کر کے انسان کے کردار کو ضیاء بخشی ہے اور دنیا میں رہنے کے لیے جس کردار اور تربیت کی ضرورت تھی وہ توحید کی وجہ سے فراہم فرمادی۔

سید قطبؒ فرماتے ہیں:

"ومن وحدانية الألوهية التى يؤكدها هذا التأكيد، بشتى أساليب التوكيد،

يتوحد المعبود الذى يتجه إليه الخلق بالعبودية والطاعة وتتوحد الجهة التى يتلقى منها الخلق قواعد الأخلاق والسلوك ويتوحد المصدر الذى يتلقى منه الخلق أصول الشرائع والقوانين ويتوحد المنهج الذى يصرف حياة الخلق فى كل طريق"[1]

"الوہیت کی وحدانیت کو ان تاکیدات سے تقویت حاصل ہوتی ہے یعنی مختلف اسالیب کی مدد سے توحید الوہیہ حاصل ہوتی ہے اور معبود ایک ہی ہے جس کی طرف خلق متوجہ ہو عبودیت کی غرض سے طاعت کی غرض سے ایک ہی جہت ہے جس سے مخلوق قواعد اخلاق اور اپنے رویوں کی اصلاح حاصل کر سکے اور تشریح و قوانین کا منہج ایک ہی ہے اور ہر طریق میں جانے کے لیے اور تصرف کے لیے بھی منہج ایک ہی ہے۔"

اسی طرح محمد قطبؒ لکھتے ہیں:

"طريقة الإسلام التربية هي شيئا ولا تغفل عن شيئ جسمة وعقلة وروحة ... حياتة المادية والمعبودية كل نشاطه علي الأرض إنه يأخذ الكائن البشري كله و يأخذ علي ما هو عليه بفطرته التي خلقه الله عليها لايعقل شيئا من هذه الفطرة ولايقرش عليه شيئا ليس في تركيبها الأصيل "[2]

"اسلام کی تربیت کا طریقہ آمادہ کرنا تیار کرنا ہے۔ اور تربیت اسلام انسانی جسم، عقل اور اس کی روح سے غافل نہیں اور نہ اس اس کی حیات عادی سے اور نہ ہی اس کی عبودیت سے۔ اور اس کی تمام تر سرگرمیاں اور فعالیت وغیرہ وہ مخلوق کو خوشخبری دیتا ہے اور ذمہ داری پہ مواخذہ کرتا ہے۔ اور یہ سب کچھ فطری دائرہ کار کے اندر رہ کر ہوتا ہے۔ اور وہ کسی فطری شے سے نہ تو منع کرتا ہے اور نہ ہی کسی تنگی کا باعث بنتا ہے۔"

قرآن میں وارد آیات توحید سے انسانی کردار میں درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

نفسیاتی الجھنوں سے چھٹکارا

توحید خالص کو اپنانے سے انسانی شخصیت سے نفسیاتی الجھاؤ ختم ہو جاتا ہے اور اسے لاحق ہونے والے رنج والم

---

[1] ۔سید قطب ،تفسیر فی ظلال القرآن ،دار الشروق ، القاہرہ ،1412ھ ،152:1

[2] ۔محمد قطب ، منہج التربیۃ الاسلامیہ ،دار الشروق ، القاہرہ ، س ن، ص:19

دور ہو جاتے ہیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

((ما يصيب المسلم، من نصب ولاَ وصب، ولاَ هم ولاَ حزن ولاَ أذى ولاَ غم، حتى الشوكة يشاكها، إلا كفر الله بها من خطاياه))[1]

"مومن کو جب بھی کوئی مرض تھکان بیماری یا کوئی غم حتی کہ کوئی فکر بھی لاحق ہوتی ہے تو یہ تمام چیزیں اس کے گناہوں کی معافی کا سبب بنتی ہیں۔"

انکساری

تعمیر شخصیت اورانسانی کردار سازی میں انکساری جیسے وصف کا ہونا از بس ضروری ہے جس سے انسان کے کردار میں نکھار پیدا ہو تا ہے توحید کو اپنانے سے انسان کے اندر یہ کیفیت بدرجہ اتم پیدا ہو جاتی ہے۔

یقین وطمانیت

حامل توحید چونکہ اپنے رب پر یقین رکھتاہے اوراس کے وعدووعید پر ایمان لا چکا ہوتا ہے اسے اپنے رب پر بھروسہ ہوتا ہے کہ اس کا رب ہی اسے نجات وامن دینے والا ہے لہٰذا اس کا نفس مطمئن اور ایقان سے لبریز ہوتا ہے۔

قرآن میں ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُون﴾[2]

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"والناس وإن كانوا يقولون بألسنتهم لا إله إلا الله فيقول العبد لها مخلصا من قلبه له حقيقة أخرى"[3]

"لوگ اگرچہ اپنی زبانوں سے لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتے ہیں، لیکن جو اللہ کا بندہ ہوتا ہے وہ اللہ کے

---

[1]۔ بخاری ،مخمد بن اسمعيل ،صحيح بخاری ، مكتبه رياض الاسلام ، الرياض ، 1998، كتاب المرضى ، باب ما جاء فی كفارة المرض ، رقم الحديث:5641

[2]۔الانعام 6 :82

[3]۔ ابن تیمیه، احمدبن عبد الحليم ، الفتاوى الكبرى،دار الكتب العلميه، بيروت ، طبع اول، 1987ء، 234:5

لیے کسی دوسری حقیقت سے اخلاص رکھتا ہے۔"

ان کے شاگرد ابن قیمؒ اس حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں۔

"ما رأيت أحداً أطيب عيشا منه قط مع ما كان فيه من ضيق العيش، وخلاف الرفاهية والنعيم،، بل ومع ما كان فيه من الحبس والتهديد، والإرہاق، وهو مع ذلک من أطيب الناس عيشاً، وأشرحهم صدراً، وأقواهم قلباً، وأسرهم نفساً، تلوح نظرة النعيم على وجهه، وكنا إذا اشتد بنا الخوف، وساء ت منا الظنون، وضاقت بنا الأرض؛ أتيناه فما هو إلا أن نراه، ونسمع كلامه؛ فيذهب ذلك كله، وينقلب انشراحاً وقوة ويقيناً وطمأنينة، فسبحان من أشهد عباده جنته قبل لقائه، وفتح لهم أبوابها في دار العمل؛ فآتاہم من روحها ونسيمها وطيبها ما استفرغ قواہم بطلبها والمسابقة إليها.." [1]

"جو مزہ تنگی اور فارغ البالی کے غیر میں ہے، جو نعمتوں سے دوری میں ہے، جو مزہ قید اور دھمکیوں میں ہے، جو مزہ زندگی کی تنگیوں میں ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی زندگی نہیں۔ کیونکہ ایسا آدمی بہترین زندگی میں ہوتا ہے اس کا سینہ مترشح ہوتا ہے اس کا قلب مضبوط ہوتا ہے اور نفس خوش ہوتا ہے اس کے چہرے پہ نعمت کے آثار چھلکتے ہیں اور جب ہمیں خوف طاری ہوتا ہے اور ہماری حالت پریشانیوں کے طوفانوں میں گھرنے والے شخص جیسی ہوتی ہے اور زمین ہمارا وجود برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتی تو ہماری چاہت ہوتی ہے کہ ہم اسے دیکھیں اور اسے سنیں اور جب یہ ہو جاتا ہے تو سب غم چلے جاتے ہیں دل خوش ہو جاتا ہے اور اطمینان میں ہوتا ہے۔ اللہ پاک ہے اور بندہ لقاء سے قبل ہی اللہ تعالیٰ کی طرف جنت کو دیکھ لیتا ہے اور اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جنت کی ہوائیں اور بہاریں اس کی طرف آتیں ہیں اس کے قویٰ اس جنت کی طلب اور مسابقت کے لیے مکمل طور پر فراغت میں ہوتے ہیں۔"

پیش آمدہ فکر سے آزادی اور شخصیت میں پختگی

انسانی کردار و شخصیت کے لیے انسان کے فکری و مادی مسائل کا حل یا مشکلات کے لیے مقابلہ کی طاقت ناگزیر

---

[1] ۔ ابن قیم، محمد بن ابی بکر، الوابل الصیب من الکلم الطیب، دار الحدیث، القاہرہ ، الطبعه الثالثه ، 1999ء، 48:1

ہوتی ہے توحید الٰہی سے انسانی کردار میں پختگی پیدا ہو جاتی ہے جو اسے قوت فیصلہ اور جرات جیسا وصف عطا کرتی ہے۔

قرآن میں حضرت یونس کے قصے میں ہے:

﴿وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ﴾ [1]

"اور مچھلی والے کو بھی ہم نے نوازا۔ یاد کرو جبکہ وہ بگڑ کر چلا گیا تھا اور سمجھا تھا کہ ہم اس پر گرفت نہ کریں گے۔ آخر کو اس نے تاریکیوں میں سے پکارا۔"

﴿فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ [2]

"آخر کو اس نے تاریکیوں میں سے پکارا نہیں ہے کوئی خدا مگر تو، پاک ہے تیری ذات، بے شک میں نے قصور کیا۔"

اسی طرح قرآن میں ہے:

﴿فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ﴾ [3]

"جب یہ لوگ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اس سے دعا مانگتے ہیں، پھر جب وہ انہیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو یکایک یہ شرک کرنے لگتے ہیں۔"

ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

"فما دفعت شدائد الدنيا بمثل التوحيد، ولذلك كان دعاء الكرب فى التوحيد، ودعوة المؤمن التى ما دعا بها مكروب إلا فرج الله كربه فى التوحيد، فلا يلقى فى الكرب العظام إلا الشرك، ولا ينجى منها إلا التوحيد، فهذا مفزع الخليقة وملجؤها، وحصنها، وبياتها وبالله التوفيق" [4]

"دنیا کے شدائد کو جتنا توحید دور کرتی ہے کوئی اور چیز نہیں کرتی کیونکہ توحید کی وجہ سے کسی بھی

[1]۔ الانبیاء 21: 87

[2]۔ایضاً

[3]۔العنکبوت29: 65

[4]۔ ابن قیم ، محمد بن ابی بکر، الفوائد دار الکتب العلمیه، بیروت ،طبع ثانیه ،1973ء،1:53

انسان اور خاص طور پر حضرت یونسؑ کا دعا کرنا یعنی ایسی دعا جس میں توحید کی جھلک ہو وہ غم کو دور کرنے کا باعث بنتی ہے اور سب سے بڑے غموں میں اور دکھوں میں سب سے بڑی شے وہ شرک ہے اور شرک کے اندھیروں سے نجات دلانے والی توحید ہے۔ یہ مخلوق کی جائے پناہ ہے اس کی فصیل ہے اور حفاظت گاہ ہے۔"

معاملہ فہمی

توحید کو اپنانے سے انسان کے اندر معاملہ فہمی اور امور کی انجام دہی کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے ہدف کو اپنے رب کی توحید کے ساتھ پہچان چکا ہوتا ہے اور وہ ہر کام کو تدبر و تفکر سے بجالاتا ہے کیونکہ وہ اپنے خالق کی نافرمانی سے ڈرتا ہے اور اس کے عتاب سے بچنا چاہتا ہے اور وہ یہ بات اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اس کے اعمال کی بنیاد اس کے اعمال پر ہے لہٰذا وہ اپنے امور کو سنوارتا ہے جس کے نتیجے میں اس کے اندر قوت و معاملہ فہمی کا وصف پیدا ہو جاتا ہے۔

قرآن میں ہے:

﴿وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ﴾[1]

"ہر شخص کا درجہ اس کے عمل کے لحاظ سے ہے اور تمہارا رب لوگوں کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔"

نبی ﷺ نے اس قوت کا ذکر فرمایا:

((المؤمن القوى، خير وأَحب إِلى الله من المؤْمن الضعيف، وفى كُل خير احرص على ما ينفعك، واستعن بالله ولا تعجز، وإِن أَصابك شيء فلا تقل لو أَنى فعلت كَان كَذا وكَذا، ولكِن قل قدر الله وما شاء فعل، فإِن لو تفتح عمل الشيطان))[2]

"قوی مومن ضعیف مومن کی نسبت اللہ کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے اور دونوں میں خیر ہے اور تو فائدہ والی کی حرص کرو۔ اور اللہ سے مدد طلب کرو اور عجز کا بہانہ نہ کرو۔ اگر کچھ ہو جائے تو یہ نہ کہو

---

[1]- الانعام 6 :132

[2]- مسلم بن حجاج ،صحیح مسلم، دار احیاء التراث الاسلامی، بیروت، س ن، کتاب القدر،باب فی الامر قوۃ وترک العجز، رقم الحدیث :2664

کہ اگر میں ایسے ایسے کرتا تو یہ نہ ہوتا بلکہ کہو اللہ کی تقدیر ہے اور اس نے جو کہا اس نے کیا کیونکہ لفظ (اگر) یہ شیطان کے عمل کا دروازہ کھولتا ہے۔"

جرات و فکری اور جسمانی آزادی

توحید الٰہی میں انسانی شخصیت میں جرأت اور ذہنی و جسمانی آزادی پیدا ہو جاتی ہے چونکہ ایک موحد تمام مخلوق کو چھوڑ کر ایک رب کی عبادت کرتا ہے تو باقی مخلوق کا ڈر اس کے اندر سے خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں:

"مشرک مخلوق سے ڈرتا ہے اور ان سے توقعات باندھتا ہے اور ان کے رعب کا شکار ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾[1] جو خالص ہوتا ہے اس کے لیے امن ہوتا ہے اور اللہ رب العزت فرماتے ہیں: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾[2] جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے بیان کیا ہے کہ ظلم سے مراد یہاں شرک ہے۔"[3]

فعل الخیرات اور ترک منکرات پر تیار رہنا

تعمیر شخصیت انسانی کے عناصر میں سے ایک بھلائی کے کاموں میں آگے بڑھنا اور منکرات کے ترک پر ہر وقت تیار رہنا ہے اور یہ وصف اگر کسی کسی کے اندر موجود نہیں تو اس کی شخصیت کردار سے خالی ہے۔ اور یہ اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب وہ انسان دلی طور پر لا الہ الا اللہ کا اقرار کرے اور اس پر عمل کرے اور اس کے اخلاص کی نشانی ہوتی ہے کہ وہ اپنے اندر یہ صفت محسوس کرتا ہے جو اسکی عملی زندگی سے جھلکتی نظر آتی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ﴾[4]

"ایسا ہوا، تاکہ ہم اس سے بدی اور بے حیائی کو دور کر دیں، در حقیقت وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں

---

[1]۔آل عمران 151:3

[2]۔الانعام82:6

[3]۔ابن تیمیہ ، الفتاوی الکبری ،232:5

[4]۔یوسف 12: 24

میں سے تھا۔"

اس آیت میں ﴿عِبَادِنَا الْمُخْلَصِين﴾ سے مذکورہ بالا صفت اللہ تعالیٰ کو مقصود ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہیں یعنی صرف اور صرف اس کی بندگی یعنی خالص اس کی توحید پر رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے ان منکرات کو دور رکھتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حامل توحید اگر کوئی غلط کام کر رہا ہو اور اسے اس کی معصیت پر متنبہ کر دیا جائے تو وہ فوراً اپنی اصلاح کر لیتا ہے اور اسی طرح اگر کسی کو غلط کاموں میں مبتلا دیکھ لے تو اسے روک بھی دیتا ہے اور نیک کاموں کو بجا لاتا ہے۔

ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

" إنما يجد المشقة فى ترک المألوفات والعوائد من ترکها لغير الله أما من ترکها صادقاً مخلصاً من قلبه لله؛ فإنه لا يجد من ترکها مشقة إلا فى أول وهلة؛ ليمتحن أصادق هو فى ترکها أم كاذب"[1]

"پس وہ امور عادیہ اور عادات و معمولات کو ترک کرنے میں مشقت اٹھاتا ہے مگر دو صورتیں ہیں ان کے اللہ کے لیے خالصتاً ترک کیا یا غیر اللہ کے لیے ترک کیا ہے اور خلوص سے ترک کرتا ہے وہ شروع میں مشقت برداشت کرتا ہے کیونکہ یہ جائزہ لیا جا رہا ہوتا ہے کہ وہ ان کے چھوڑنے میں مخلص ہے یا غیر مخلص۔"

احساس ذمہ داری

توحید کے اپنانے سے انسان کی شخصیت میں احساس ذمہ داری پیدا ہوتا ہے اور وہ تمام امور جو اس کی جان مال اور عزت کی حفاظت کے لیے ضروری ہوتے ہیں وہ اپنے اندر پیدا کرتا ہے مثلاً توحید ہی کو لے لیں اسلام میں ہے کہ جو شخص توحید کا اقرار کر لیتا ہے تو دوسرے مسلمانوں پر اس کے مال جان اور عزت کی حفاظت کا ذمہ ہو جاتا ہے گویا وہ شخص اپنی جان مال اور عزت کی حفاظت کر لیتا ہے۔

حدیث میں ہے:

[1]۔ابن قيم، الفوائد، 107:1

((من قال: لا إله إلا الله، وكفر بما يعبد من دون الله، حرم ماله، ودمه، وحسابه على الله))[1]

"جس نے لا الہ الااللہ کا اقرار کیا اور دوسرے معبود کا انکار کر دیا اسکا مال اور خون حرام ہو گیا اور اسکا حساب اللہ پر ہے۔"

یکسوئی کا حصول اور تردد و اضطراب کا خاتمہ

توحید کے حامل کو تردد و اضطراب سے چھٹکارا حاصل ہو جاتا ہے جبکہ یکسوئی جیسی نعمت حاصل ہو جاتی ہے جو اس کی شخصیت کی تعمیر کے لیے از حد ضروری ہوتی ہے۔

کیونکہ جب انسان اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص ہو جاتا ہے تو اس کے دل میں چور نہیں ہوتا اور وہ مکمل اطمینان سے اپنے فرائض ادا کر رہا ہوتا ہے جس کے نتیجے میں اسے راحت، سعادت اور اطمینان و یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ أَنَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَى أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَانَا اللَّهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي الْأَرْضِ حَيْرَانَ لَهُ أَصْحَابٌ يَدْعُونَهُ إِلَى الْهُدَى ائْتِنَا قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَى وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾[2]

"(اے محمد ﷺ) ! ان سے پوچھیے کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان؟ اور جبکہ اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا چکا ہے تو کیا اب ہم الٹے پاؤں پھر جائیں؟ کیا ہم اپنا حال اس شخص کا سا کر لیں جسے شیطانوں نے صحرا میں بھٹکا دیا ہو اور وہ حیران و سرگرداں پھر رہا ہو دراں حالیکہ اس کے ساتھی اسے پکار رہے ہوں کہ اِدھر آ یہ سیدھی راہ موجود ہے؟ کہو، حقیقت میں صحیح راہنمائی تو صرف اللہ ہی کی راہنمائی ہے۔"

لہٰذا حامل توحید خبط و تنافر سے ہمیشہ دور ہو جاتا ہے۔

---

[1] ۔مسلم بن حجاج ،صحیح مسلم ،کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس حتی یقول لاالہ الااللہ،رقم الحدیث :23

[2] ۔الانعام 71:6

اللہ کی نگہبانی اور معیت کا شعور

ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

"فإن قلت: بأی شیء أستعین علی التجرد من الطمع ومن الفزع؟ قلت: بالتوحید، والتوکل علی الله، والثقة بالله، وعلمك بأنه لا یأتی بالحسنات إلا هو، ولا یذهب بالسیئات إلا هو، وأن الأمر کله لله لیس لأحد مع الله شیء"[1]

"اگر تو کہے کہ میں کس چیز کی بناء پر طمع اور خوف دونوں سے خالص ہونے کی مدد طلب کروں؟ تو میں کہوں گا توحید کی وجہ سے اور اللہ پر توکل کی وجہ سے اور اللہ سے تعلق کی بناء پر اور تو جانتا ہے کہ نیکی صرف اس کی توفیق سے ہے اور اس طرح برائی سے بچاؤ بھی صرف اس کی توفیق سے ہے تمام تر معاملات اللہ کے لیے ہیں اور اللہ کے علاوہ کسی کے لیے کچھ نہیں ہے۔"

ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ﴾[2]

"یقیناً اللہ مدافعت کرتا ہے ان لوگوں کی طرف سے جو ایمان لائے ہیں۔ یقیناً اللہ کسی خائن کافر نعمت کو پسند نہیں کرتا۔"

حدیث قدسی ہے:

((إن الله قال: من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب، وما تقرب إلی عبدی بشیءٍ أَحب إلی مما افترضت علیه، وما یزال عبدی یتقرب إلی بالنوافل حتی أُحبه، فإذا أَحببته: کُنت سمعه الذی یسمع به، وبصره الذی یبصر به، ویده التی یبطش بها، ورجله التی یمشی بها، وإن سأَلنی لأُعطینه، ولئن استعاذنی لأُعیذنه))[3]

"بے شک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو میرے دوست سے دشمنی کرتا ہے میں اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیتا ہوں فرائض کے علاوہ ایسی چیزیں جو بندہ کو میرا اقرب عطا کرتی ہیں ان میں نوافل سے بڑھ کوئی چیز نہیں یہاں تک کہ میں اسے پسند کرنے لگ جاتا ہوں جب میں کسی سے پیار کرتا ہوں

[1]۔ابن قیم ، الفوائد 116:1
[2]۔ الحج22 :38
[3]۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق ، باب التواضع، رقم الحدیث :6502

میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر سوال کرے تو عطا کرتا ہوں اور پناہ طلب کرے تو پناہ دیتا ہوں۔"

ابن رجبؒ فرماتے ہیں:

"الإخلاص"من صدق في قول لا إله إلا الله؛ لم يحب سواه، ولم يرج سواه، ولم يخش أحداً إلا الله، ولم يتوكل إلا على الله، ولم يبق له بقية من آثار نفسه وهواه، ومع بذا فلا تظن أن المحب مطالب بالعصمة وإنما بو مطالب كلما ذل أن يتلافى تلك الوصمة "[1]

"اخلاص صدق دل سے توحید کے اقرار کرنے کا نام ہے اس کے علاوہ کسی سے محبت نہ کی جائے اور اس کے علاوہ کسی سے امید نہ رکھی جائے صرف اور صرف اللہ سے ڈرا جائے اور صرف اور صرف توکل اللہ پہ رکھا جائے اس کے نفسانی آثار کا نام و نشان نہ رہے اور اس خواہشات (خلاف شرع) کا صفایا ہو جائے اور یہ تصور بھی نہ کرے کہ محبت گناہ کا تقاضا کرنے والی ہے بلکہ محبت کرنے والا تو یہ تقاضا کرتا ہے کہ جب بھی کوئی کمی کوتاہی ہو تو اس کی تلافی کی جائے۔"

عقیدہ رسالت کا انسانی کردار سازی میں کردار

توحید الٰہی کیا قرار کے بعد نبوت و رسالت پر ایمان فرض ہے۔ اور انسان اس وقت اللہ کی توحید کو کماحقہ نہیں پہچان سکتا جب تک وہ رسول کی دی ہوئی اخبار سے فائدہ نہ اٹھالے اور وہ تب ہی ممکن ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کے فرستادہ پیغمبروں پر ایمان لائے اور ان پر ایمان لانے میں تعمیر شخصیت کے عناصر و اوصاف کا عمل دخل ہے جنہیں قرآن نے مختلف پیرائے میں ذکر کر دیا ہے اور وہ درج ذیل ہیں:

اللہ تعالیٰ کی پہچان

تعمیر شخصیت انسانی کے عناصر میں سے یہ بھی ہے کہ انسان پر توحید کے اثرات مرتب ہوں اور وہ اپنے خالق کو پہچان سکے تاکہ اس کے بتائے ہوئے امور پر عمل پیرا ہو کر معاشرے کا ایک پر امن شہری بن سکے۔ اور یہ

---

[1]۔ابن رجب، عبدالرحمان بن احمد الحنبلی،کلمة الاخلاص و تحقیق معنابا، المکتب الاسلامی، بیروت، الطبعه الرابعه، 1397ھ،ص:45

وصف چونکہ انبیاء کے ذریعے انسان تک پہنچا ہے، لہٰذا اس وصف کے لیے انبیاء پر ایمان لانا ازبس ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے امین اور پیامبر ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ:

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾[1]

"اے پیغمبر! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا۔ اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے۔ یقین رکھو کہ وہ کافروں کو (تمہارے مقابلہ میں) کامیابی کی راہ ہرگز نہ دکھائے گا۔"

﴿الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا﴾[2]

"(یہ اللہ کی سنت ہے ان لوگوں کے لیے) جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور ایک خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، اور محاسبہ کے لیے بس اللہ ہی کافی ہے۔"

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ﴾[3]

"ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا، اور اس کے ذریعہ سے سب کو خبردار کر دیا کہ "اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔" اس کے بعد ان میں سے کسی کو اللہ نے ہدایت بخشی اور کسی پر ضلالت مسلط ہو گئی۔ پھر ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہو چکا ہے۔"

---

[1]۔المائدہ 5:67
[2]۔الاحزاب 33: 39
[3]۔النحل 16: 36

انکسار و پر امیدی

انسانی کردار کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ انسان اپنی شخصیت میں انکساری رکھے اور تکبر میں نہ آئے جبکہ مستقبل کے لیے امید رکھے، ناامیدی سے کام نہ لے۔ اور یہ دونوں وصف رسالت پر ایمان لانے سے حاصل ہو جاتے ہیں کیونکہ انبیاء و رسل کا یہ مشن تھا کہ وہ انذار و تبشیر کرتے اور مخلوق کو تکبر و ناامیدی سے بچاتے جبکہ دنیا و آخرت کے انعامات کی خوشخبری دیتے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَمَا أُنْذِرُوا هُزُوًا﴾[1]

"رسولوں کو ہم اس کام کے سوا اور کسی غرض کے لیے نہیں بھیجتے کہ وہ بشارت اور تنبیہ کی خدمت انجام دیں گے۔ مگر کافروں کا حال یہ ہے کہ وہ باطل کے ہتھیار لے کر حق کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں اور انہوں نے میری آیات کو اور ان تنبیہات کو جو انہیں کی گئیں مذاق بنالیا ہے۔"

اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی مثال یوں بیان فرمائی:

((إنما مثلی ومثل ما بعثنی الله به، كمثل رجل أتى قوما فقال: يا قوم، إنی رأيت الجيش بعينی، وإنی أنا النذير العريان، فالنجاء، فأطاعه طائفة من قومه، فأدلجوا، فانطلقوا على مهلهم فنجوا، وكذبت طائفةٌ منهم، فأصبحوا مكانهم، فصبحهم الجيش فأهلكهم واجتاحهم، فذلكَ مثل من أطاعنی فاتبع ما جئت به، ومثل من عصانی وكذب بما جئت به من الحق))[2]

"میری اور اللہ نے جو مجھ کو دے کر بھیجا اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ایک قوم کے پاس گیا اور کہنے لگا میں نے دشمن کا لشکر اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا اور میں ننگ دھڑنگ تم کو ڈرانے کے لیے بھاگ کر آیا ہوں تو بھاگو بھاگو! اب کچھ لوگوں نے تو اس کا کہنا سنا وہ رات ہی رات اطمینان سے بھاگ کر چل دیے کچھ لوگوں نے کہا یہ جھوٹا معلوم ہوتا ہے اور اپنے ٹھکانوں ہی میں پڑے

---

[1]۔ الکہف 56:18

[2]۔ صحيح بخاری، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنه، باب الاقتداء بسنن الرسول الله؟ رقم الحديث :7283

رہے۔ آخر صبح سویرے لشکر ان پر آپڑا ان کو مارا برباد کردیا۔ بس یہی مثال ہے ان لوگوں کی جنھوں نے میرا کہنا سنا اور جو حکم میں لے کر آیا اس کو مانا اور ان لوگوں نے جنھوں نے میرا کہنا نہ مانا اور جو حکم میں لے کر آیا اس کو جھٹلایا شیطان کے لشکر نے ان کو آدبوچا اور تباہ کر دیا اور دوزخ میں ڈلوادیا۔"

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾[1]

"جو شخص بھی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے۔"

﴿قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى﴾[2]

"اور "فرمایا تم دونوں (فریق، یعنی انسان اور شیطان) یہاں سے اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔ اب اگر میری طرف سے تمہیں کوئی ہدایت پہنچے تو جو کوئی میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ بھٹکے گا نہ بد بختی میں مبتلا ہو گا۔"

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾[3]

"اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان

---

[1]۔النحل 16 :97
[2]۔طٰہٰ 20 :123
[3]۔النور 24 :55

کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے، ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ تعالےٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے، اور ان کی (موجودہ) خوف کی حالت کو امن سے بدل دے گا، بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔"

تزکیہ نفس

پاکیزہ فکر و شعور تعمیر انسانی کا جزو ہے۔ اس کی تعمیر کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کا سلسلہ بھیجا۔

ارشاد باری تعالیٰ:

﴿كَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾[1]

"اور اسی طرح (اے محمد ﷺ) ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تمہاری طرف وحی کی ہے۔ تمہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے، مگر اس روح کو ہم نے ایک روشنی بنا دیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں۔ یقیناً تم سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر رہے ہو۔"

﴿اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾[2]

"جو لوگ ایمان لاتے ہیں، ان کا حامی و مددگار اللہ ہے اور وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی میں نکال لاتا ہے۔ اور جو لوگ کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں، ان کے حامی و مددگار طاغوت ہیں اور وہ انھیں روشنی سے تاریکیوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔ یہ آگ میں جانے والے لوگ ہیں، جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے۔"

[1]۔ الشوریٰ 42: 52
[2]۔ البقرہ 2: 257

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾[1]

"وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا، جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے ان کی زندگی سنوارتا ہے، اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔"

اطاعت وفرمانبرداری

اطاعت وفرمان برداری جیسا وصف بھی کردار سازی کے لیے ضروری ہے۔

قرآن میں ہے:

﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا﴾[2]

"جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل خدا کی اطاعت کی۔ اور جو منہ موڑ گیا، تو بہر حال ہم نے تمہیں ان لوگوں پر پاسبان بناکر تو نہیں بھیجا ہے۔"

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾[3]

"اے نبی! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں کو در گزر فرمائے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔"

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾[4]

"ایمان لانے والوں کا کام تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ رسول ان کے مقدمے کا فیصلہ کرے تو وہ کہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے

---

[1]۔الجمعہ 62: 2

[2]۔النساء 4: 80

[3]۔آل عمران 3: 31

[4]۔النور 24: 51

ہیں۔"

عدل وانصاف

عدل وانصاف کی ترغیب کا مقصود بھی انسانی کردار میں رسالت کے ذریعے عدل وانصاف کے وصف کو قائم کرنا تھا۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ﴾[1]

"پھر اے محمد! ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی جو حق لے کر آئی ہے اور الکتاب میں سے جو کچھ اس کے آگے موجود ہے اس کی تصدیق کرنے والی اور اس کی محافظ و نگہبان ہے۔ لہٰذا تم خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو اور جو حق تمہارے پاس آیا ہے اس سے منہ موڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو.... ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک شریعت اور ایک راہ عمل مقرر کی۔ اگرچہ تمہارا خدا چاہتا تو تم سب کو ایک امت بھی بنا سکتا تھا، لیکن اس نے یہ اس لیے کیا کہ جو کچھ اس نے تم لوگوں کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔ لہٰذا بھلائیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ آخر کار تم سب کو خدا کی طرف پلٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں اصل حقیقت بتا دے گا جس میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔"

احساسِ فنا

قرآنی احکامات کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے انبیاء پر ایمان لانے کا حکم دیا اور انبیاء کی زندگی کو ان کی قوموں کے

1۔ المائدہ 5: 48

لیے اسوہ بنایا اور پھر یہ ثابت فرمادیا کہ یہ بزرگ ہستیاں بھی دنیا میں ہمیشہ کے لیے نہیں آئیں جس سے ان کے ماننے والوں کے لیے عبرت ہے کہ وہ بھی اپنے آپ کو فانی سمجھیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾[1]

اور اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، تم سے پہلے بھی ہم نے انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا جن پر ہم وحی کیا کرتے تھے۔ تم لوگ اگر علم نہیں رکھتے تو اہل کتاب سے پوچھ لو۔"

﴿وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ﴾[2]

"اور وہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور جب بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ جو مجھے موت دے گا اور پھر دوبارہ مجھ کو زندگی بخشے گا۔"

استقامت

اگر مصیبت اور آزمائشوں کے مرحلہ سے گزریں تو استقامت اختیار کریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَى أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ﴾[3]

"ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے، آخر کار عیسیٰ ابن مریم کو روشن نشانیاں دے کر بھیجا اور روح پاک سے اس کی مدد کی۔ پھر یہ تمہارا کیا ڈھنگ ہے کہ جب بھی کوئی رسول تمہاری خواہشات نفس کے خلاف کوئی چیز لے کر تمہارے پاس آیا، تو تم نے اس کے

[1]۔ الانبیاء 21: 7
[2]۔ الشعراء 26: 79۔ 81
[3]۔ البقرہ 2: 87

مقابلے میں سرکشی ہی کی، کسی کو جھٹلایا اور کسی کو قتل کرڈالا!"

﴿وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ * فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِن ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ﴾ [1]

"اور یہی (ہوشمندی اور حکم و علم کی نعمت) ہم نے ایوبؑ کو دی تھی۔ یاد کرو، جبکہ اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔ ہم نے اس کی دعا قبول کی اور جو تکلیف اسے تھی اس کو دور کر دیا، اور صرف اس کے اہل و عیال ہی اس کو نہیں دیے بلکہ ان کے ساتھ اتنے ہی اور بھی دیے، اپنی خاص رحمت کے طور پر، اور اس لیے کہ یہ ایک سبق ہو عبادت گزاروں کے لیے۔"

حدیث میں ہے:

((إن أيوب نبى الله كان فى بلائِه ثمانى عشرةَ سنةً فرفضه القريب والبعيد، إلا رجلان من إخوانه))[2]

"بے شک ایوب اللہ کے نبی تھے وہ اپنی بیماری میں اٹھارہ سال مبتلا رہے یہاں تک کہ دور و قریب والے سب لوگ چھوڑ گئے صرف ان کے دو بھائیوں کے سوا۔"

اخلاق حمیدہ

انسانی کردار کی معراج ہے کہ وہ اپنے اندر نرمی و شفقت پیدا کرے اور یہ اوصاف انبیاء پر ایمان لانے سے حاصل ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کی اتباع میں ان اوصاف کی پیروی بھی شامل ہے اور ان کی زندگیاں ان سے لبریز ہوتی تھیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ﴾ [3]

"حقیقت میں ابراہیم بڑا حلیم اور نرم دل آدمی تھا اور ہر حال میں ہماری طرف رجوع کرتا تھا۔"

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ [4]

---

[1]۔ الانبیاء 21 :83۔84

[2]-ابو یعلی ، احمد بن علی ،مسند ابی یعلیٰ،دار المامون للتراث،دمشق،طبعه اولی ،1984ء ،299:6

[3]۔ہود 11 :75

"اور بیشک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو۔"[1]

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾[2]

"دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے۔"

خلاصۂ بحث

توحید کی وجہ سے حضرت انسان ایک امن و آشتی اور معاشرے کے لیے مفید وجود کی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے، لیکن یہی انسان جب اللہ کی توحید کو چھوڑ بیٹھا تو اپنی منفی شخصیت کو اسی ڈھب پر پروان چڑھاتے ہوئے اس نے اپنے کردار پر بھی ایسے اثرات چھوڑے کہ معاشرہ اسکے اس منفی شخصیت سے مکدر ہو گیا۔ ایسے میں اللہ تعالی اپنے انبیاء کو ان قوموں کی طرف بھیجتا ہے جو معاشرے میں ناسور پھیلاتی ہیں تب وہ قوموں کے افراد کے لیے مسیحا و مربی بن کر آتے ہیں اور اللہ تعالی کے بتائے ہوئے عقائد و احکام سے لوگوں کا تزکیہ کرتے ہیں اور انھیں حقیقی معبود کی طرف راغب کرتے ہیں تاکہ دنیا میں صرف خالق کائنات کی عبادت کی جائے اور افراد کے منفی کردار کو توحید کی دولت سے مالامال کر کے معاشرے میں صحت مند اور سود مند وجود بخشا جائے۔ اسی طرح نبوت پر ایمان بھی توحید کے ساتھ لازم و ملزوم ٹھہرایا گیا اور ان دونوں عقائد کے ثمرات و اثرات انسانی زندگی پر واضح ہوتے ہیں کہ انسان ان دونوں عقائد کو اپنا کر اپنے کردار کو مضبوط اور توانا بناتا چلا جاتا ہے۔ پھر دنیا کی آلودگیاں ہر گز اسے نہیں پہنچ سکتیں اور وہ ایک اللہ اور اس کے فرستادہ بندوں کا ماننے والا اور اپنی شخصیت میں ان عقائد کے ثمرات سمیٹنے والے معاشرے کا باکردار انسان مانا جاتا ہے۔

---

[1]۔ القلم 68: 4

[2]۔ التوبہ 9: 128